

تعارف و تبصرہ کتب

کتاب :	شرح دیباچہ مثنوی مولانا روم
مصنف :	مولانا یعقوب چرنی
مترجم :	محمد نذیر رانجھا
ناشر :	جمعیت پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ - لاہور
سال اشاعت :	۲۰۰۴ء
صفحات :	۱۷۶
قیمت :	۱۱۰ روپے
تبصرہ نگار :	سفیر اختر *

مولانا جلال الدین رومی (۱۲۰۷ - ۱۲۷۳ء) کی ”مثنوی معنوی“ کو جو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے، فارسی زبان و ادب کی، شاید ہی کوئی دوسری کتاب اس میدان میں اس کی سہیم ہو۔ جہاں تک عالم اسلام کا تعلق ہے، مولانا رومی کے صحن حیات ”مثنوی“ کی شہرت ایشیائے کوچک سے نکل کر ماوراء النہر تک پھیل گئی تھی^(۱)، اور برصغیر کے فارسی دان حلقوں میں اس کا چرچا تھا^(۲)۔ اہل علم و دانش اور عامۃ الناس سبھی اپنے اپنے زاویہ نظر سے اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ شاعروں نے اس کے تنبیغ میں نظمیں لکھیں، نثر نگاروں نے اس کی حکایات کو اپنے لیے معیار و نمونہ بنایا۔ معلموں اور واعظوں نے اس کی سبق آموز حکایات سے فرد اور معاشرے کی اصلاح کا کام لیا، اور صوفیوں نے اس کے متصوفانہ پیغام کو غور و فکر کا موضوع بنایا۔ اس امر کا تعین بہت مشکل ہے کہ ”مثنوی معنوی“ کو کس طبقے میں کب زیادہ اہمیت حاصل رہی؟ تاہم فارسی داں معاشرے کے شاعروں، معلموں، صوفیوں اور عامۃ الناس کی سوچ پر اس کے اثرات صدیوں سے مرہم چلے آ رہے ہیں۔ ماوراء النہر کے نقشبندی صوفیہ نے بھی ”مثنوی معنوی“ کو اپنے مطالعے کا موضوع بنایا تھا۔ سالار سلسلہ خواجہ بہاء الدین نقشبند (م ۱۳۸۹ء) سے تو کوئی تصنیف یادگار نہیں، لیکن ان کے ملفوظات نگاروں نے ”مثنوی

”رسالہ قدسیہ“ اُن کے اپنے الفاظ میں ”شمہ ایست از لطائف معارف کہ درخلال اقوال در مجالس صحبت علی الدوام فی الیالی والاایام بر زبان مبارک ایٹاں [خواجه نقشبند] می گزرانیدند“^(۳)۔ خواجه محمد پارسا نے رسالے میں اپنے شیخ کے انہی ”لطائف معارف“ اور ”کلمات قدسیہ“ کی شرح لکھی ہے، اور اس شرح میں ”مثنوی معنوی“ کے اشعار سے استشہاد کیا ہے۔ آغاز رسالہ میں واضح کیا ہے کہ خواجه نقشبند کے اقوال کی تشریح ”کلمات مشائخ و انفس نفیسہ اہل اللہ“ سے کی جائے گی، کیوں کہ مشائخ کا کلام ایک دوسرے کی شرح کرتا ہے اور متن کو خط کشیدہ کر دیا گیا ہے تاکہ متن و شرح کے درمیان وصل کے ساتھ ”فصل“ پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد ”مثنوی معنوی“ کا یہ شعر نقل کیا ہے^(۴):

جملہ معشوقست و عاشق پردہ
زندہ معشوقست و عاشق مردہ

خواجه محمد پارسا کی طرح مولانا یعقوب چرنی (۱۳۶۱-۱۳۷۷ء) نے بھی خواجه نقشبند سے استفادہ کیا تھا، مگر مولانا چرنی کی تعلیم و تربیت کی تکمیل خواجه علاء الدین عطار کی مجالس میں ہوئی تھی۔ خواجه علاء الدین عطار، خواجه نقشبند کے داماد تھے اور خلیفہ ارشد بھی۔ فخرالدین علی بن حسین واعظ کاشفی کے بقول ”بعد از وفات حضرت خواجه بہاء الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ ہمہ اصحاب حضرت خواجه بہ حضرت خواجه علاء الدین بیعت کردہ اند بجهت علو شان ایٹاں حتیٰ خواجه محمد پارسا“^(۵)۔ مولانا یعقوب چرنی کو بھی ”مثنوی معنوی“ سے مناسبت تھی۔ انہوں نے اپنے رسائل — ”ابدالیہ“، ”انسیہ“، ”شرح اسماء الحسنی“ اور ”حورانیہ“ — میں مولانا رومی کی مثنوی اور غزلیات سے ابیات نقل کیے ہیں^(۶)۔ ”مثنوی معنوی“ سے رسائل میں استشہاد و استفادہ کے ساتھ مولانا یعقوب چرنی نے اس کے دیباچے کی شرح لکھی، اور حکایات مثنوی کی روشنی میں چند مضامین طریقت پر گفتگو کی ہے۔ (اسی ”شرح دیباچہ مثنوی“ کا ترجمہ پیش نظر ہے)۔

مولانا یعقوب چرنی کے مسترشدین میں خواجه عبید اللہ احرار (م ۱۳۹۰ء) کا نام بہت بلند ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ کی طرح اپنی تحریر میں اشعار مثنوی نقل کیے ہیں^(۷)۔ مثنوی شناسی کی روایت کو خواجه احرار کے ارادت مندوں نے بالخصوص آگے بڑھایا۔ ان کے ایک عقیدت مند، بلکہ سرحلقہ عقیدت منداں مولانا نور الدین عبدالحق چلی (م ۱۴۱۱ء) نے ”مثنوی معنوی“ کا فکری اثر قبول کرنے

نقشبندی سلسلے کے ابتدائی تذکروں میں مولانا جامی کا ”نجات الانس من حضرات القدس“ اور فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی کا ”رشحات عین الحیات“ بالخصوص اہم ہیں^(۱۰)۔ دونوں تذکروں میں نقشبندی بزرگوں کے نقل شدہ ملفوظات میں ”مثنوی معنوی“ کے اشعار مذکور ہیں، اور کہیں کہیں تو مولانا رومی کے نام کی تصریح کے ساتھ ان کے ابیات لکھے گئے ہیں۔ بعد کے نقشبندی بزرگوں کے ہاں بھی مثنوی سے اعتناء کی یہ روایت قائم رہی، مگر فی الوقت تفصیل میں جائے بغیر ہم مولانا یعقوب چرنی کی ”شرح دیباچہ مثنوی“ تک گفتگو محدود رکھتے ہیں۔

”مثنوی معنوی“ کی ایک ایک حکایت، اور بعض اوقات ایک ایک شعر اپنے اندر جہاں معانی رکھتا ہے، تاہم مثنوی شناسوں کی رائے ہے کہ مولانا روم نے اپنی مثنوی کا مقصد دیباچے میں بیان کر دیا ہے، اور اس مقصد کا لب لباب دیباچے کے پہلے دو شعروں میں ہے۔ غالباً اسی تصور کے تحت ماضی قریب کے معروف افغانی عالم اور شاعر استاذ خلیل اللہ خلیلی (م ۱۹۸۷ء) نے ”مثنوی معنوی“ کے دیباچے سے متعلق مولانا یعقوب چرنی اور مولانا جامی کی کاوشوں کو تصحیح و تقدیم اور تعلیقات کے ساتھ مرتب کیا^(۱۱)۔ [نقشبندی صوفیہ کی ”مثنوی شناسی“ سے قطع نظر ”مثنوی معنوی“ کے دیباچے کی اہمیت کے تحت اس سے رغبت و اعتناء کا سلسلہ قائم رہا ہے۔ عہد حاضر کے ایرانی عالم آقائی حسین کاظم زادہ ایران شہر کی کاوش ”تفسیر معنوی بر دیباچہ مثنوی“^(۱۲) کو اسی سلسلے میں شمار کیا جاسکتا ہے]۔

مولانا یعقوب چرنی کی رائے میں مولانا رومی نے ”مثنوی معنوی“ کے دیباچے میں ”تصوف اور اس کے مقصودِ اصلی، یعنی محبوبِ حقیقی کی جدائی کے بعد اس کی طلب و وصول کو بانسری کے قصہ میں۔۔۔ بیان کیا ہے“^(۱۳)۔ ”مثنوی معنوی“ کی ایک متداول اشاعت^(۱۴) میں دیباچے کے ۵۱ شعر ہیں، مگر مولانا یعقوب چرنی نے ۳۷ اشعار کو تشریح کے لیے پسند کیا ہے۔

”دیباچے“ کی شرح کے بعد مولانا چرنی نے مثنوی کی دو مختلف حکایات کے دو شعر اس مضمون کے نقل کیے ہیں کہ خاصانِ حقؔ

ہاں تین روزہ قیام کے بعد معتزلہ رویت باری تعالیٰ کے معترف ہو گئے (مسئلہ ”رویت باری تعالیٰ“ کا ذکر مولانا یعقوب چرنی نے بہ تکرار کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہویں صدی میں یہ مسئلہ وسطی ایشیا کے علمی حلقوں میں زیر بحث تھا، اور مولانا یعقوب چرنی دنیوی زندگی میں رویت باری تعالیٰ کے قائلین میں سے تھے) (۱۵)۔

کامل مرشد و پیشوا کی اہمیت واضح کرنے کے لیے مولانا چرنی نے مثنوی کی پہلی حکایت ”قصہ پادشاہ و کنیزک“ کا مختصر سا خلاصہ پیش کیا ہے کہ مرید صادق کو مرشد و پیشوا کے سلسلے میں پوری طرح محتاط رہنا چاہیے اور ”اسے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سچے دوستوں کا طالب بننا چاہیے تاکہ وہ مقصد اور مقصود تک رسائی پاسکے۔ اللہ کے سچے دوستوں کی نسبت سے مولانا چرنی نے ”مثنوی معنوی“ کے ”دفتر سوم“ اور ”دفتر پنجم“ سے بالترتیب شیخ ذوقی اور شیخ محمد سررزی کی حکایات بیان کی ہیں اور واضح کیا ہے کہ اولیاء اللہ تسلیم رضا پر عمل کرتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں ان سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک اولیاء اللہ دو طرح کے ہوتے ہیں: ”عزلی“ اور ”عشرتی“۔ ”عزلی“ بادشاہ کے ندیموں اور حاضر باش درباریوں کی طرح ہوتے ہیں جو بادشاہ کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں، اور عشرتی بادشاہ کے وزیروں کی مانند ہوتے ہیں جو امور مملکت چلانے میں مصروف رہتے ہیں۔ عشرتی ایک لحاظ سے عزلیوں سے افضل ہیں (۱۶)۔ ”مثنوی“ ہی کی ایک دوسری حکایت سے یہ امر نمایاں کیا گیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے ایسے بندوں [یعنی عشرتیوں] کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے جو ظاہری طور پر دنیا دار معلوم ہوتے ہیں، لیکن ان کا باطن فانی اللہ ہونے کی وجہ سے منور ہوتا ہے“ (۱۷)۔

اولیاء اللہ کی صفات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ محبوب ولی، اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے (۱۸)، اور اس کی طلب و دعا اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا۔

چوں چنین خواہی خدا خواہد چنین
می دہد حق آرزوے متقین
کان لہ بودہ در ما مضی
تا کہ کان اللہ پیش آمد جزا
(تو جیسا چاہتا ہے، خدا ویسا چاہتا ہے، اللہ پرہیزگاروں کی تمنا پوری کرتا ہے۔ تو پہلے

کان للہ بنا، یہاں تک کان اللہ بدلہ آیا)

اولیاء راہست قدرت او اللہ
بیر جستہ باز آرنش ز راہ

مگر اس عنایتِ خداوندی کے باوجود اولیاء اللہ اپنے آپ کو خالق کے بندے ہی تصور کرتے ہیں۔

مولانا یعقوب چرخنی نے زیر تبصرہ تالیف میں نظر بظاہر چند متفرق اور بے ترتیب حکایاتِ مثنوی کی تشریح و توضیح کی ہے، مگر حقیقتاً انہوں نے ”مثنوی معنوی“ کے مضامین کی روشنی میں اولیاء اللہ کے مرتبے، ان کے طرزِ زیست اور ان کے چند خصائص پر روشنی ڈالی ہے۔ درمیان میں انہوں نے اپنے شیخ و مرشد حضرت خواجہ نقشبند کے حوالے سے بعض مسائلِ تصوف پر گفتگو کی ہے۔

”شرح دیباچہ مثنوی مولانا روم“ کا متن ”نہ نامہ“ کے نام سے شائع ہوا تھا، اور غالباً استاد خلیل اللہ خلیلی کے تصحیح و تفسیر اور اشاعت سے پہلے ”نہ نامہ“ اور ”رسالہ ناسیہ“ کے ناموں سے فہرست نگاروں نے اس کے خطی نسخوں کا تعارف لکھا تھا، مگر اصلاً یہ محض ”شرح دیباچہ مثنوی“ ہی نہیں ہے۔ زیر نظر ترجمے میں دیباچہ مثنوی کی شرح و تفہیم تو صرف ۲۷ - ۲۸ صفحات میں ختم ہو جاتی ہے، اور کتاب کے باقی ۶۳ صفحات، جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے، بعض مسائلِ سلوک پر ”مثنوی معنوی“ کی روشنی میں گفتگو پر مشتمل ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں ”مثنوی معنوی“ کے اقتباسات ہی میں نہیں، بلکہ مولانا یعقوب چرخنی کی تحریر میں بھی احادیث کے حوالے دیے گئے ہیں، مگر ان میں سے بعض احادیث کا وجود مستند کتبِ حدیث میں نہیں، یا یہ احادیث محدثینِ کرام کے کڑے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ اس حوالے سے ”مثنوی معنوی“ کے مترجم اور حاشیہ نگار قاضی سجاد حسین کا یہ بیان پیش نظر رہنا چاہیے (۲۰):

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”کلید مثنوی“ میں فرمایا ہے کہ صوفیاء اور بزرگوں کے کلام میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جو احادیث کی کتابوں میں نہیں ہیں اور محدثین کے نزدیک ان کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے تو ان بزرگوں کے اس فعل کی دو توجیہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس طرح محدثین نے خواب کی احادیث پر حدیث کا اطلاق کر دیا ہے، اسی طرح ان بزرگوں نے اپنے کشف و غمہ کی بناء پر ان کو احادیث کہہ دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان احادیث سے جو مقصد ہے، وہ دوسرے شرعی دلائل سے

بزرگوں پر حسن ظن غالب رہتا ہے جو کچھ سن لیتے ہیں، یا لکھا ہوا دیکھ لیتے ہیں، اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ ان کو زیادہ چھان بین کی نہ عادت ہوتی ہے نہ مہلت۔ یہ وہ تبصرہ تھا جو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بہر حال مثنوی میں بہت سی احادیث وہ ہیں جو محدثین کی اصطلاح میں کسی طرح بھی حدیث کہلانے کی مستحق نہیں اور ایسی احادیث کو حدیث کہہ کر بیان کر دینے کے معاملہ میں محدثین کا طرز عمل بہت سخت ہے۔ اسی طرح مولانا [رومی] نے مثنوی میں صحابہؓ سے متعلق بعض ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر صحابہؓ کے حالات پر مشتمل کتابوں میں کہیں نہیں ملتا ہے، نیز مولانا نے مثنوی میں بعض آیات کی وہ تفسیر کی ہے جو معتبر مفسرین کے نزدیک کسی طرح درست نہیں ہے، لہذا مثنوی کا مطالعہ کرنے والوں کو ان امور کا لحاظ رکھنا چاہیے اور مثنوی کا مطالعہ محض تصوف کی کتاب سمجھ کر کرنا چاہیے اور تصوف کے مسائل ہی میں اس کو شیعہ راہ بنانا چاہیے۔ مولانا کی بیان کردہ احادیث و تفسیر پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے (۲۱)۔

جناب محمد نذیر رانجھا نے استاذ خلیل اللہ خلیلی کے مرتبہ ”نے نامہ مولانا یعقوب چرخ“ کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ قبل ازیں وہ مولانا یعقوب چرخ کے مندرجہ ذیل رسائل کی تصحیح و تدوین اور ترجمے کی خدمت انجام دے چکے ہیں۔

۱۔ ”رسالہ ابدالیہ“ [مثنیٰ]، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۸ء

”ابدالیہ“ [ترجمہ]، لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۸ء

۲۔ ”رسالہ انیہ“ [مثنیٰ و ترجمہ]، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۳ء

”رسالہ انیہ“ رانجھا صاحب کی مرتبہ اشاعت سے پہلے ایک بار ”مجموعہ ستہ ضروریہ“ (بہ تصحیح اعجاز احمد بدایونی، دہلی: مطبع مجتہبی، ۱۳۱۲ھ) میں دوسرے رسائل کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ دوسری بار ”رسائل مشاہیر نقشبندیہ“ (بہ تصحیح و ترتیب غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد سندھ: محبوب پریس، ۱۳۷۸ء) میں شائع ہوا، تاہم رانجھا صاحب نے اس مجموعہ میں اس کتاب کو خانہ گنج بخش - اسلام آباد کے

۸ دواثر غیر چانی یعقوب چرخی [”رسالہ حورائیه: جمالیہ: شرح رباعی ابوسعید ابی الخیر“ اور ”رسالہ شرح اسماء الحسنى“ کے متون]، مجلہ ”دانش“ (اسلام آباد)، شمارہ ۱، بہار ۱۳۶۳ھ ش/ ۱۴۰۵ھ
۸ طریقہ ختمِ احزاب

”سہ رساں حضرت مولانا یعقوب چرخی“ -- لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۱۹۹۷ء

اس مجموعے میں ”رسالہ حورائیه“ اور ”شرح اسماء الحسنى“ کا اُردو ترجمہ، اور ”طریقہ ختمِ احزاب“ کا منظوم متن مع ترجمہ شامل ہے۔

جناب محمد نذیر رانجھا کو وطنِ عزیز میں، مولانا یعقوب چرخی کی تحریروں کے حوالے سے، بلا مبالغہ سند کا درجہ حاصل ہو گیا ہے، وہ مولانا چرخی کی باقی ماندہ فارسی تحریروں کو بھی اردو میں منتقل کر رہے ہیں۔ زیر نظر ترجمہ ”شرح دیباچہٴ مثنوی مولانا روم“ نہایت سادہ اور سلیس زبان میں ہے، نیز جناب رانجھا نے کتاب میں آمدہ جملہ اشعارِ مثنوی، بلکہ دوسرے شعراء کے اشعار کی بھی تخریج کی ہے، اور اشعارِ مثنوی کی تخریج میں مثنوی کے فارسی متن (با مطابق اشاعت میکسون) کے ساتھ ساتھ اُردو ترجمے (از قاضی سجاد حسین) کا حوالہ بھی دیا ہے، بلکہ اشعارِ مثنوی کا ترجمہ قاضی صاحب ہی سے لیا ہے۔ اسی طرح آیاتِ قرآن، احادیثِ نبوی، اقوالِ صوفیہ کی تخریج کی ہے، اور متن میں جن صوفیہ کا ذکر آیا ہے، ان کا تعارف بہت محنت سے لکھا ہے۔ مثال کے طور پر مشہور قول من عرف نفسه فقد عرف ربه، من عرف ربه لا يخفى عليه شئ پر ان کا یہ حاشیہ ہے:

--- ملاحظہ فرمائیں: ”احادیثِ مثنوی“ [بدیع الزمان فردوز انفر]، ۱۶۷، نقل از نج البلاغۃ

۴: ۵۴۷، منسوب بہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، وجزو احادیثِ نبوی، کنوز الحقائق ۹، اور

مؤلف ”اللولؤ المرصوع“ ۸۶، نقل ابن تیمیہ اسے موضوع گردانتا ہے، نیز ”کشف

المحجوب“ [شیخ علی بن عثمان ہجویری] ۲۴۷، التصفیہ فی احوال المصنوفہ ۱۶۷، ۲۳۹۔

جناب رانجھا نے اپنے مقدمے میں ”احوال: و آثار: حضرت مولانا یعقوب چرخی“ پر روشنی ڈالی ہے (صفحات ۲۵ - ۴۶)۔ آغاز کتاب میں مولانا ابوالخلیل خان محمد نے اپنی تقریظ میں جناب رانجھا کی اس

جمعیت پہلی کیشنز کے ذمہ دار ”شرح دیباچہٴ مثنوی مولانا روم“ کی اشاعت پر اس لحاظ سے ہدیہٴ تحریک کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت سے اردو زبان کے ذخیرے میں اضافہ کیا ہے، نیز مولانا یعقوب چرخي اور تصوف کے موضوع پر ایک نئی کتاب سامنے لائے ہیں، تاہم وہ اشعارِ مثنوی کی کتابت میں صحت کا کہیں کہیں خیال نہیں رکھ سکے۔ صفحہ ۷۰ کے آخر میں جو شعر لکھا ہے، صفحہ ۷۱ کے آغاز میں درج ترجمے سے اس کا کوئی تعلق نہیں، ترجمہ جس شعر کا ہے، وہ نقل ہی نہیں ہو سکا۔

جناب رانجھا نے ترجمے کے لیے استاذِ خلیل اللہ خلیلی کا تیار کردہ متن ”نے نامہ“، (بشمول اشعارِ ”مثنوی“) پیش نظر رکھا ہے اور اُردو ترجمہ قاضی سجاد حسین سے لیا ہے، مگر ”نے نامہ“ میں مذکور اشعارِ مثنوی اور قاضی سجاد حسین کے ایڈیشن میں اختلافِ متن موجود ہے۔ اس طرح ”شرح دیباچہٴ مثنوی مولانا روم“ میں شامل اشعارِ مثنوی کو قاضی صاحب کے فراہم کردہ فارسی متن کے مطابق ہونا چاہیے تھا، یا اردو ترجمے میں ”نے نامہ“ کے متن کے مطابق ترمیم کر لی جاتی تو مناسب ہوتا۔

امید ہے، تصوف اور صوفیہ کے احوال و آثار کے مطالعے میں ”شرح دیباچہٴ مثنوی مولانا روم“ سے مدد لی جائے گی۔

حواشی

۱۔ مولانا رومی ۶۶۶ھ / ۶۸ - ۱۲۶۷ء میں ”مثنوی معنوی“ سے فارغ ہوئے تھے۔ اسی دور کے لگ بھگ ماوراء النہر کے برہان الدین زرنجی نے ”تعلیم المعلم طریق العلم“ میں ”الحکمۃ الفارسیہ“ کہہ کر ”مثنوی“ کے دو شعر نقل کیے ہیں۔

۲۔ دیکھیے: اختراعی، برصغیر میں مثنوی معنوی سے اعتناء، ”فکر و نظر“ (اسلام آباد)، جولائی ۱۹۷۸ء، صفحات ۳۷ - ۴۷، [یہی مقالہ بہ اضافات] ”جرنل آف دی ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان“ (لاہور)، جنوری ۱۹۸۳ء، صفحات ۹۵-۱۱۶؛ وحید قریشی، مثنوی معنوی کی سرگزشت برصغیر پاک و ہند میں، ”مطالعہٴ ادبیات فارسی“، لاہور: یونیورسٹی اورینٹل کالج، س ن، صفحات ۲۱ - ۵۰۔

۳۔ خواجہ محمد پارسا، ”رسالہٴ قدسیہ“ (بامقدمہ و تحشیہ و تصحیح و تعلیقات، ملک محمد اقبال)، راولپنڈی: مرکز تحقیقات فارسی

میں آرہا ہے۔

۷۔ خواجه عبداللہ احرار کا ایک رسالہ ”والدیہ“ ہے جس میں ”مثنوی معنوی“ کے اشعار نقل ہوئے ہیں۔ دیکھیے: (رسالہ والدیہ) (باصحیح و مقدمہ عارف نوشائی)، مجلہ ”تحقیقات اسلامی“ (تہران)، سال ۹، شمارہ ۲-۱، صفحات ۶۵-۷۷۔
خواجه عبداللہ احرار کے ”رقعات“ بھی ”مثنوی معنوی“ سے ان کے شغف کے گواہ ہیں۔ دیکھیے: عارف نوشائی (مرتب و صحیح)، ”رقعات احرار“، در ”احوال و سخنان خواجه عبداللہ احرار“، تہران: مرکز نشر دانش گاہی، ۱۳۸۰ھ، صفحات ۵۷۰-۵۷۱۔ اسی طرح ان کی محفل کے حاضر باش اور ان کے ملفوظات کے جامع میر عبدالاول نیشاپوری نے متعدد مقامات پر ان کی زبانی ”مثنوی“ کی حکایات اور اشعار کا ذکر کیا ہے۔ بعض اشعار کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ”[یہ بیت یا] ابیات مثنوی بر زبان مبارک ایساں بسیاری گذاشت۔“ دیکھیے: میر عبدالاول نیشاپوری، ”ملفوظات احرار“ (باصحیح و تفسیر عارف نوشائی)، حوالہ مذکورہ، ص ۱۲۸، ص ۲۱۲، ص ۲۲۰، ص ۲۵۰، ص ۲۵۹، ص ۲۷۹، ص ۲۸۲، ص ۲۸۷، ص ۲۹۳، ص ۳۰۲، ص ۳۱۱، ص ۳۱۵، ص ۳۱۸۔

۸۔ عبدالرحمن جانی، ”رسالۃ النائیہ“ یا ”نے نامہ“ (بہ شمول ”نے نامہ مولانا یعقوب چرنی“)، مرتبہ ظلیل اللہ خلیلی، کابل: انجمن تاریخ و ادب افغانستان، ۱۳۵۲ھ ش، صفحات ۱۵۹-۱۶۳۔

۹۔ ”لب لباب مثنوی مولانا روم“ چند مثنویوں کے ایک مجموعے ”گراں مایہ مثنویات“ (رام پور: مطبع شمس الاسلام، ۱۳۲۸ھ) میں شامل ہے۔ فہرست نگاروں نے درویش محمد بخارائی کے انتخاب مثنوی کا ذکر ”مفتاح التوحید“ کے نام سے بھی کیا ہے۔ دیکھیے: احمد منزوی، ”فہرست نسخہ های خطی فارسی“، تہران: مؤسسہ فرهنگی منطقہ کی، ۱۳۵۱ھ ش، ص ۳۲۶؛ وہی مصنف، ”فہرست مشترک نسخہ های خطی فارسی پاکستان“، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، جلد سوم، ص ۱۶۳۵، جلد ہفتم، صفحات ۲۳۹-۲۴۱؛ عارف نوشائی، ”فہرست نسخہ های خطی فارسی موزہ ملی پاکستان“، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۳ء، ص ۶۳۶۔

۱۰۔ دیکھیے: عبدالرحمن جانی، ”فتحات الانس من حضرات القدس“ (صحیح و مقدمہ و پیوست مہدی توحیدی پور، تہران: کتابفروشی محمودی، ۱۳۳۶ھ ش)؛ فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی، ”رشحات عین الہیات“، حوالہ مذکورہ۔

۱۱۔ ”نے نامہ“ یعنی رسالہ نائیہ مولانا یعقوب چرنی و رسالہ نائیہ مولانا جانی، نیز دیکھیے: حاشیہ ۷۔

۱۲۔ آقای حسین کاظم زادہ ایران شہر، ”تفسیر معنوی بردیباچہ مثنوی با دہ غزل از دیوان شمس مولوی“، تہران: شرکت نسبی حاج محمد حسین اقبال و شرکاء، ۱۳۳۳ھ ش۔

۱۳۔ زیر تبصرہ کتاب، ص ۵۰۔

۱۴۔ دیکھیے: اشاعت ”مثنوی معنوی“ (با ترجمہ و مقدمہ و حواشی اُردو از قاضی سجاد حسین)، لاہور: مؤسسہ انتشارات اسلامی، ۱۹۸۳ء۔

۱۵۔ زیر تبصرہ کتاب، ص ۷۷، ص ۹۶۔ مولانا چرنی کے بقول: ”جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا اور عقبی (دونوں) میں روا ہے جس طرح کہ طہارۃ [یعنی طہارت] اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور دوسری کتابوں سے معلوم ہوتا ہے اور مغزلی اس کے مطلقاً منکر ہیں، بعضی (اسے) عقبی میں جائز سمجھتے ہیں اور اہل حق کے مذہب میں جو اہل

- ۱۹- ایضاً، ص ۱۲۰
- ۲۰- واضح رہے کہ قاضی سجاد حسین مرحوم کے ”مقدمہ“ مثنوی کو مولانا ابوالحسن زید فاروقی نقشبندی مجددی نے ”حرفا حرفا“ ملاحظہ فرما کر اس میں مذکورہ بحثوں پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ دیکھیے: ”مثنوی معنوی“ (بترجمہ و مقدمہ و حواشی اردو از قاضی سجاد حسین)، حوالہ مذکورہ، ص ۲۹
- ۲۱- قاضی سجاد حسین، مقدمہ ”مثنوی معنوی“، حوالہ مذکورہ، ص ۲۸
-